ڈاکٹر جاوید چانڈیو

ریاض حسین سندھڑ

سچل کی سرائیکی شاعری میں دریائی ماحول

Abstract

The Riverine Environment in Sachal's Siraiki Poetry

River symbolizes life, love and emotions in classical Indus Valley poetry of Siraiki, Sindhi and Punjabi languages. Sachal Sarmast (1739-1827) is considered as a one of the great poet of Sindhi language alonwith the status of greatest Siraiki poet in Sindh. This article explores the use of riverine vocabulary and symbols in Sachal's Siraiki poetry. His observations of the life inside and around the rivers are very rich and profound. He describes his Sufi philosophy of wahdat al-wujud (unity of being) through the symbols related with river. He used the folk tale of 'Heer Ranjha,' which itself has a riverine background, to explain his Sufi philosophy. His personal experience of riverine life was related with Indus but he mentioned 'Ravi' and 'Chenab' rivers in his poetry which have a connection with the folk tale of 'Heer Ranjha.This is the first account of Sachal's Siraiki poetry in this particular direction.

Keywords: *Sachal Sarmast, Riverine poetry, Indus, Heer Ranjha, Siraiki poetry, Sindh.*

سندھی سماج کی تاریخ جغرافیے اور ماحول کا سب سے بڑا ریکارڈ سندھی زبان ہے، جس کے ذریعے سندھی سماج کی سچی تصویر کشی کی جاسکتی ہے(1)۔اس کے بعد اگر سندھی زبان کی تاریخ کا کوئی اہم ریکارڈ ہو سکتا ہے تو وہ سرائیکی زبان میں ہی ممکن ہے کیونکہ سرائیکی زبان سندھ میں، سندھی کے بعد مقامی لوگوں کے اظہار کا دوسرا بڑا ذریعہ اور مشترکہ زبان ہے (2)۔ سندھ میں سرائیکی زبان کا شعری اظہار تو قاضی قادن(1445-1551) کی شاعری(3) سے ہی ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے لیکن سندھ میں سرائیکی کا نمائندہ شاعر اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ سچل سرمست(1739-1827) ہے جس کی شاعری میں سندھی سماج اور ماحول کی سچی تصویر کشی کی گئی ہے۔

شاہ لطیف کے مقابلے میں سچل کی شاعری پر ہونے والا کام اس عظیم شاعر کے شایانِ شان نہیں ہے۔ ابھی تک مختلف مطبوعہ اور قلمی نسخوں اور گائیکوں کے گائے ہوئے کلام (4) کو سامنے رکھ کر، سچل کی سرائیکی شاعری کا کوئی مستند متن بھی تیار نہیں ہو سکا۔ مستند متن کی تیاری کے بعد یہ مرحلہ شروع ہو گا کہ اس عظیم شاعر کے کلام کے لسانیاتی، ثقافتی، سماجی اور تاریخی پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے۔ اس حوالے سے تھوڑا بہت کام اگر ہوا ہے تو سچل کے سندھی کلام کے حوالے سے ہوا ہے، اس کے سرائیکی کلام کے حوالے سے اکثر

روایتی قسم کے مضامین لکھے گئے ہیں۔

سندھ کے سرائیکی شاعروں کے سرتاج نے سندھ دھرتی کو اپنی شاعری میں کس طرح بیان کیا ہے ؟سندھ کی سرائیکی زبان میں سندھی سماج اور ثقافت کے رنگ کس انداز میں نمایاں ہوئے ہیں ؟ سرائیکی زبان نے ان رنگوں کو سنبھالنے میں کیا کردار ادا کیا ہے ؟ان سوالات کے قطعہ نظر اس مقالے میں سچل کی سرائیکی شاعری میں دریائی ماحول کے حوالے سے تحقیق اور اس کے نتائج پیش کئے گئے ہیں۔

'سچل جو رسالو (سرائیکی کلام)' کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سچل نے اپنے ماحول میں سے سب سے زیادہ دریا کے مناظر کو اپنی سرائیکی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ خطۂ سندھ تو ہے ہی سندھو دریا کے نام سے وابستہ۔ ماؤنٹ پورزیو نے جین فیئر لے کی کتاب "The Lion River: The Indus" کے دیباچے میں لکھا تھا کہ سندھو دریا نے ان میدانوں میں نیل اور فرات کی تہذیبوں کی طرح ایک تہذیب کو جنم دیا اور یہاں کے لوگوں نے آج سے چار ہزار سال قبل اناج اور گنے کی فصلیں دیکھیں۔ سندھ کے سینے پر وسیع اور بلند بادبانوں والے بیڑوں پر دیس دیس سے آنے والے تجارتی سامان کو اترتے اور چڑھتے دیکھا۔ وسط ایشیاء کے وحشیوں نے مشرق کی طرف آگے بڑھ کر دریائے سندھ پار کر کے، اس کے دونوں کناروں پر بسنے والے لوگوں کو لُوٹا اور ان کی بستیوں اور پناہ گاہوں کو تخت و تاراج کرتے ہوئے ہزاروں لوگوں کے سر قلم کیے۔ ہندو راجاؤں نے اس دریا کے کناروں پر شکار کھیلے۔ بدھ بھکشوؤں اور گروؤں نے اس دریا کے کناروں پر مٹھ، مڑھیاں اور سٹوپا بنائے۔ جہاں چینی بدھ یاتری بھینٹ چڑھانے کے لئے بھٹکتے رہے۔ آخر انیسویں صدی میں انگریز اٹلانٹک کے جزیروں سے چل کر سندھ تک پہنچ گئے اور پوری ایک صدی تک ان کے بینڈ باجوں کی آوازیں سندھو کے کناروں پر گونجتی رہیں۔ بیسویں صدی میں جب ہندوستان کی تقسیم ہوئی تو مقتولوں کا سرخ لہو بھی سندھو کے پانیوں میں شامل ہوا تھا اور کتنی ہی لاشیں اس کی لہروں پر بہتی ہوئی زیریں حصے کی طرف بہہ گئیں(5)۔ پورزیو کہتا ہے کہ میری نظر میں سندھ کا مناسب اور بہترین نام 'شیر دریا' ہے جو اس کے مکمل بہاؤ کو سامنے رکھتے ہوئے دیا جا سکتا ہے۔ یہ نہایت خوبصورت دریا ہے۔ طاقتور اور خطرناک۔ اس کے بہاؤ کے متعلق کوئی بھی صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا کہ وہ کب اور کہاں سے بہے گا۔ کبھی شانتی اور سکون کے ساتھ بہتا ہے اور کبھی تو دونوں کنارے ڈبو دیتا ہے۔ سیلاب زدہ زمینوں پر دھند چھائی رہتی ہے اور صبح کی روشنی میں کسی طلسمی اثر کا احساس ہوتا ہے۔ ایک دن ایک راجہ اس کے کنارے پر ابھرنے والے گُل لالا کی اقسام کو گنتا رہا۔ ایک شہنشاہ پار جانے کے انتظار میں، اس دریا کے کنارے خدا سے محوِ کلام رہا۔ ایک انگریز فوجی جنرل اس پر بنی

ہوئی کشتیوں کے پل پر بیٹھ کر بجھنے ہوئے تیتروں کا ظہرانہ کیا اور یہ دیکھ کر خوش ہوتا رہا کہ اس کے ہاتھی پانیوں میں مزے سے اٹھکھیلیاں کر رہے ہیں مگر سندھو زمان و مکان کے حوالے سے زیادہ تر بالکل شیر کی طرح بے حس، بے قیاس اور ہوشیار ہی ہے(6)۔

یہ ہے وہ دریا جس کی لہریں، بہاؤ اور جوش سچل کی سرائیکی شاعری میں ہیئت یا جسم کے کناروں کو توڑ کر لامتناہی خیال میں گم ہو جاتی ہیں اور دریا وحدت الوجود یا ہمہ اوست کی علامتی شکل میں پوری کائنات کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے اور خود عشق بن کر انسانی دل میں سمٹ جاتا ہے۔ تصوف کے باب میں ایک کافی دیکھئے:

بحر برہ دا تاروں تار   موجاں موج پئی باہار
وچ ہجر دے عشاقاں کوں   نینھں کریندا نگوسار
لڑھ گئے لڑ وحدت دے وچ   غیر والے خس خار
اُہیں بحر وچ میں ونج پئی آں   جنھں دا کوئی نہ کنار
ڈیکھن دے وچ نہیں سو آندا   سارا ایہو ڈھندکار
سچل پیا وچ ظاہر دریا   دل کیتا دھدھکار
(تصوف:کافی:41)

سچل نے اپنی سرائیکی شاعری میں اپنے نظریات اور سندھ کے عام لوگوں کی روزمرہ زندگی کے اظہار کے لئے جو الفاظ، تراکیب، تشبیہات، استعارے اور رموز و کنایہ برتتے ہیں ان میں سے اچھی خاصی تعداد کا تعلق دریا اور اس کے ساتھ وابستہ لوگوں کی زندگی سے ہے۔ ہم ان الفاظ اور تراکیب کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلے حصے میں دریا اور اس کے باہر کی زندگی سے متعلق الفاظ ہیں اور دوسرے حصے میں دریا کے اندر کی زندگی سے متعلق الفاظ آ جائیں گے۔ مگر پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ سچل کی سرائیکی شاعری میں مذکور دریا کون سے ہیں؟

راگوزن (1923) کے مطابق آریاؤں کو پانی کی روحانی طہارت کا احساس ضرور تھا مثلاً رگ وید کے ایک شاعر کے الفاظ میں، "یہ مقدس ہستیاں ناپاکی کو دور کرتی ہیں اور میں ان سے مطہر ہو کر نکلتا ہوں" مگر وہ پانی کے جسمانی خواص سے بھی واقف تھے۔ ندیوں کی تعریف میں ایک مشہور بھجن ہے جس میں نصف سے زیادہ اشعار دریائے سندھ کی تعریف میں ہیں: "چمکنے والی، درخشاں، عالیشان، نہ فتح ہونے والی ہے، سب ندیوں سے زیادہ اس میں پانی ہے، خوبصورت ابلق گھوڑی کی طرح حسین ہے، اس کا پانی گھاٹ سے ادھر چڑھ

جاتا ہے۔" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آریاؤں کی روحانی زندگی کا مرکز ثقل ابھی تک دوسرے مقام پر یعنی دریائے سندھ سے اس پار منتقل نہیں ہوا تھا۔ رگ وید میں سمندر سے بحر یا بحیرے مراد نہیں ہے بلکہ وہ چوڑی ندی ہے جو سندھ اور پنجاب کے پانچوں ندیوں کے ملنے سے وجود میں آئی ہے (7)۔ ہم یہاں سندھو کے حوالے سے بات آگے بڑھانے سے پہلے سچل کی شاعری میں بیان شدہ دریا کے تصور کی وضاحت کرتے چلیں۔

سچل کی سرائیکی شاعری میں جھنگ کی مشہور لوک داستان ہیر رانجھا کا ایک علیحدہ باب شامل ہے۔ جس میں 75 ڈوہڑے 3 سی حرفیاں اور 165 کافیاں شامل ہیں۔(حسن اور عشق کے موضوع پر 117 ڈوہڑے ایک سی حرفی اور 166 کافیاں جبکہ تصوف کے موضوع پر کل 66 ڈوہڑے 5 سی حرفیاں اور 157 کافیاں شامل ہیں) دریائی زندگی کے حوالے سے حسن و عشق کے باب میں تقریباً دس اشعار ہیں۔ ہیر رانجھے کے باب میں تین درجن سے زائد اشعار ہیں اور تصوف کے باب میں تقریباً پانچ درجن سے زائد اشعار میں دریا اور اس سے متعلق زندگی کے حوالے سے الفاظ اور تراکیب یا کیفیات موجود ہیں۔ یہ سرسری جائزہ اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ دریا کی علامت ہیر رانجھے کے قصے کے حوالے سے سچل کی سرائیکی صوفیانہ شاعری میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ ویسے تو ہیر رانجھے کے قصے کو پہلی بار جھنگ کے ایک شاعر دمودر داس دمودر (1486-1568) نے اس زمانے کی ملتانی زبان میں نظم کیا مگر سرائیکی، سندھی، پنجابی اور اردو زبانوں میں پہلے باقاعدہ شاعر کی حیثیت حاصل کرنے والے بابا فرید (1188-1280) کے دوہوں میں دریا، کٹاؤ، بھنور، کشتی، ملاح، پتن، ہنس، بگلے جیسی علامات پہلی بار اپنا ظہور کرتی ہیں جو بعد میں وادیٔ سندھ کی شاعری کے علامتی نظام کا حصہ بنیں۔ بابا فرید کے ہاں ہیر رانجھا یا کسی اور لوک داستان کو صوفیانہ علامات کا حصہ نہیں بنایا گیا(9)۔ صوفی شعراء میں سب سے پہلے یہ قصہ شاہ حسین (1538-1599) کی کافیوں کا موضوع بنا۔ شاہ حسین کے ہاں دریا، پتن، ملاح، کشتی، جنگل بیلے، نیں وغیرہ کی علامتیں مستحکم ہوتی نظر آتی ہیں(10)۔ دریا شاہ حسین کے ہاں عشق کی طاقتور علامت ہے جسے پار کرنا ضروری ہے۔

عشقے دے دریاؤ کراہیں منصور قبولی سولی   (حسین، کافی نمبر:37)
اگے نیں ڈونگھی میں کت گن لنگھساں پار   (حسین، کافی نمبر:98)

ہیر رانجھا کی داستان اور اس کے ساتھ وابستہ دریائی علامتیں سلطان باہو، بلھے شاہ، علی حیدر کے ڈوہڑوں اور کافیوں کے ذریعے سندھ کی سرائیکی شاعری تک پہنچی ہیں اور ان تینوں شعراء نے سچل سرمست کی سرائیکی شاعری پر اثرات چھوڑے ہیں۔ سلطان باہو اور بلھے شاہ کے اثرات پر تو کچھ نہ کچھ اشارات موجود ہیں مگر علی

حیدر اور سچل کے حوالے سے ابھی کام کی ضرورت ہے۔ ہیر رانجھے کا قصہ جغرافیائی طور پر دریائے چناب اور اس کے بیلوں، بیٹوں اور ہیر کی بھینسوں اور اس سے متعلق زندگی، کشتی، ملاح اور دیگر علامتوں کو بیان کرتا ہے۔

سچل کے سرائیکی کلام میں دو دریاؤں چناب اور راوی کا نام لیا گیا ہے۔ دونوں دریاؤں کا حوالہ ہیر رانجھے کی داستان کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ سچل ایک ہی مصرعے میں دونوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

ر۔ راوی کنوں رانجھو کڈھ چھوڑیا عشق آن چنانہہ دی کندھی لایا
بھسمی لا کے انگ بھبھوت کیتس ، پچھ پچھ سیالیں دا راج آیا
(ہیر رانجھو۔ سی حرفی 2)

دریا کے حوالے سے اس پس منظر کے بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ سچل نے اپنے سرائیکی کلام میں سندھو دریا کا ذکر کہیں نہیں کیا۔ ان دو دریاؤں کا ذکر بھی ہیر رانجھا کی لوک داستان کے حوالے سے آیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ سچل کے سرائیکی کلام میں دریا کے جو مناظر بیان کیے گئے ہیں وہ سچل کے مشاہدے سے باہر راوی اور چناب کے مناظر ہیں جہاں سچل کبھی نہیں گئے۔ سچل کے سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ روہڑی، سکھر، لاڑکانہ اور شکارپور کے علاوہ انہوں نے سفر نہیں کیے (11)۔ اس پس منظر میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سچل کے سرائیکی کلام میں جس دریا، بیٹ، بیلوں اور اس سے متعلق مناظر بیان کیے گئے ہیں وہ سچل کے ذاتی مشاہدے میں آنے والا سندھو دریا ہے جس کے بارے میں سچل یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ ہمالہ کے برفانی پہاڑوں سے آ رہا ہے:

وچ ہمالے آپ گلیندے، برف دے وچ سبھ کایا (تصوف۔ کافی:40)

سچل ایک سچا اور گہرے مشاہدے والا شاعر ہے جس کے کلام کا ایک ایک لفظ اس کی عوامی زندگی اور روحانی تجربات کا آئینہ دار ہے۔ دریائے سندھ سچل کے قریب تھا اور ریاست خیرپور کے لوگوں کی روزمرہ زندگی کا حصہ تھا۔ مرزا قلیچ بیگ نے لکھا ہے کہ ریاست خیرپور کے شمال مغربی حصے میں دریائے سندھ بہتا ہے اور برسات کے موسم میں پہاڑی رود کوہیاں پانی بہتی ہیں۔ ریاست کا 331 مربع میل کا علاقہ بیلا ہے جس میں سے 200 مربع میل میں خاص شکارگاہ ہے (12)۔ سچل نے اپنی شاعری میں پانی اور دریا سے متعلق یہ بنیادی الفاظ استعمال کیے ہیں:

دریا اور پانی سے متعلق عمومی بیان:

آب:	توں آویں، آب میکوں، سائیں کھول نقاب، حجاب، میاں	(حسن و عشق۔ سی حرفی:1)
آب	پیتا میں آب حیات، وے ہاریا، پیتا میں آب حیات	(تصوف۔ کافی:43)
حیات:	نا اہو خاکی نا اہو بادی، آگی نا اہو آبی ہے	(تصوف۔ کافی:107)
آبی:	وچ تلا پانی دے بیٹھے، ڈوں شہزادے شوری	(حسن و عشق۔ ڈوہڑا:25)
پانی:	کیوں وہیندئیں سن سچو میاں، نینیں نیر دیاں نیّاں	(ہیر رانجھو۔ کافی:64)
نیر:	قطرے قطرے آب عرق دے، یار دے مونہہ تے سوہُن	(حسن و عشق۔ ڈوہڑا:47)
قطرے:	برہ دی بوند سر برسی، جسم کنوں تھیا فنا فانی	(مزید کلام۔ کافی:۴۴)
بُوند:	آپے موج آپے لہر، آپے حباب تے آپے دریا	(تصوف۔ کافی:105)
حباب:	وچ ہمالے آپ گلیندے، برف دے وچ سبھ کایا	(تصوف۔ کافی:40)
برف:	اے سبھ سیل بحر دا ہئی نا کائی بھر نہ کشتی	(تصوف۔ ڈوہڑا:9)
بحر:	ڈادھی ٹور آون ٹر مور وانگن، ندی دے سبز کنارڑے جی!	(ہیر رانجھو۔ سی حرفی:1)
ندی:	سچو دے سر ساون وانگوں، نینہْھں دیاں ندیاں نیاں	(تصوف۔ کافی 116)
نیّاں:	وحدت دے دریاءوچوں، نہریں آ اشک اُڑھیوِن	(تصوف۔ ڈوہڑا:26)
نہریں:	قلزم کارونبھار دے اندر، عاشق غوطہ ماریا	(تصوف۔ ڈوہڑا:18)
قلزم:	ویکھو وچ مٹی دے جو بوتے میاں، سارا سر سمونڈر سماوندائی	(تصوف۔ سی حرفی:1)
سمونڈر:	دل دریاء دیاں سو لکھ لہراں، لہریں نال لڑائی	(ہیر رانجھو۔ کافی 59)
دریا:	کہیی آکھ سناواں ئی گالھ، وے! میں شرط پئی آں وچ شہ دے	(تصوف۔ کافی:96)
شہ:	ل۔ لنگھ پو شہ دے اندر، کھڑا رہیں نہ کنارے	(تصوف۔ سی حرفی:4)

یہ دریا اور پانی سے متعلق سچل کا عمومی بیان تھا، اب ہم دریا کے اندر ہونے والے عمل اور اس سے متعلق سچل کی سرائیکی شاعری کے ذخیرہ الفاظ کے حوالے سے سچل کے مشاہدے کا جائزہ لیتے ہیں:

دریا کے اندر کا ماحول اور منظر

ہم نے دیکھا کہ دریا کے متعلق سچل 'شہ دریا' کی ترکیب بھی استعمال کرتا ہے اور خالی 'شہ' کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ یہ شہ دریا یا شیر دریا سندھو ہے جس کی لہروں اور موجوں کی کئی اقسام اور انداز سچل کی سرائیکی شاعری میں بیان کی گئی ہیں۔ سچل نے ان کے لئے لہر، لہراں، لہریں، موج، موجاں، چھول، چھولیاں، چھولی، چھولیں، بحریاں جیسے لفظ استعمال کیے ہیں اور ان لہروں کی تصویر کشی کے لئے کھڑی، لس، ڈاڈھی، خونی

،زور زبر، زوری، چوٹ چڑھی، تکھیاں، تکھیریاں، چھلکاں، بے حد باریاں جیسی کئی صفات استعمال کی ہیں۔ دریا کے غضب، جوش اور طاقت کے ذریعے جذبات اور احساسات کے بیان کی چند مثالیں دیکھتے ہیں:

ابھریاں لڑدیاں لہریاں لہریاں، سر اساڈے آ ٹھہریاں ٹھہریاں
موجاں موج پیا پے آوے، کھڑیاں برہ دیاں بحریاں بحریاں
چھوہ ڈاڈھے کنوں چھولیاں چھٹکیاں، کھڑکن قہردیاں قہریاں قہریاں
زوراں زوری موجاں چڑھدیاں، کڈاں سو وہندیاں ٹھہریاں ٹھہریاں (حسن وعشق۔ کافی100)
ہیئی پیون نال ثبوتی سچل اے سرکیاں زہریاں زہریاں
سدھ نہیں ہے انت ہجر دی، سیر سمنڈر دی لس لہر دی
موج خونی ہے زور زبر دی، جتھاں کتھاں ہے تاروں تار (تصوف۔ کافی:21)
ع ۔ عشق دے دریا موج کیتی، لکھ لہریں وچ میں لڑھ گئی
تکھ تار اتے ہن ونج پئیاں، ول جو شاں جوش چڑھ گئی (تصوف۔ سی حرفی:2)
الف ۔ اصل دریا عشق دے، موج ڈاڈھی کائی ماری
ب ۔ برابر ندیاں وڑھیاں، لہریاں بحریاں باری
ت ۔ تمام تکھیریاں چھولیاں، چھٹک پیاں ہک واری۔ (تصوف۔ سی حرفی:4)
ڈونہاں کنڈیاں وچوں وہندی، سیر سمنڈر دی ساری
یا وت موج مریندی عاشق، گاڑھی گوڑھی باری (حسن وعشق۔ ڈوہڑا:80)
شہ دریاواں موجاں زوری، سر سچل سے سانون (تصوف۔ کافی:65)
ہک آوے، بی تانگھ جاوے، خونی موج بموج تے چوٹ چڑھی (تصوف۔ سی حرفی2)

یہ غضب ناک دریا تیز بہاؤ میں ہر شے بہا کر لے جاتا ہے اور اس کے سامنے کوئی بھی ٹھہر نہیں سکتا ۔ سچل اس کی کیفیات کا مشاہدہ کر کے اسے تار، تاروتار، تکھ تار، جوشاں جوش جیسی کیفیات میں دیکھتا ہے:

- موج خونی ہے زور زبر دی، جتھاں کتھاں ہے تاروں تار (تصوف۔ کافی:21)
- ز۔ زور پیا جھلے موج نہیں، بحر برہ والا تاروتار وھے (تصوف۔ سی حرفی:2)

ابھی دریا کی وحشت کے مناظر مکمل نہیں ہوئے سچل اس کی گہرائی، گرداب اور کالے کُن کے بیان کے ساتھ ساتھ سمعی تصور بناتے ہوئے طوفان کی آوازیں سناتا ہے اور کڑکار، دھودھاٹ، گھوگھاٹ،

دھدھکار، وسکار اور دھندھکار کے ساتھ باران کی کیفیات بیان کرتا ہے:

ڈاڈھیاں اہیں بحر دیاں لہریاں، اساڈے سر اتے ٹھہریاں
چھولیاں گرداب دیاں گہریاں، ہیئی موجاں اہے حائل (مزید کلام۔ کافی:45)
الف آب اواگھ کوں واء لگی، اوہیں واء ڈاڈھی کائی موج ماریس
تنہں موج دی کائی انتہا نہیں، چھولی چھوہ کنوں آسمان چاڑھیس
ب بحر برہ دے وو بار چاڑھی، کالے کُن کیتے کڑکار ڈاڈھے
دھودھاٹ دے وچ گھوگھاٹ لگے، سر سئے سیر دے تھئے شکار ڈاڈھے
ت تن تے من وسار ڈتس، لہریں نال اُوہے ڈونہیں لُڑھ گئے
ددھکار کیتا دریاء ڈاڈھا، پاروپار تنہں دے پرواز تھئے (تصوف۔ سی حرفی:3)

یہ طوفان غوطے کھلاتا ہے۔ تیرنے والے تیرتے ہیں مگر کچھ ڈوب بھی جاتے ہیں۔ سچل کے ہاں تردی، ترتر، تانگھا لنگھن، بڈدے، بڈدیں، بوڑایوئی، بوڑ، ٹپ ٹپ غوطے، ٹبیندے، ٹوبے، ٹب گئی، غرق، غش غریق جیسے الفاظ منہ زور دریا کے ساتھ لڑنے والوں اور اس کے شکار بننے والوں کے بارے میں سچل کے مشاہدے کا لسانیاتی اظہار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ کشتیاں، ملاح اور مچھلیاں بھی دریا کے منظر کا حصہ ہیں:

- اردریاہوں جھوک رانجھن دی، بانہڑو ترترویساں (ہیر رانجھو۔ کافی:115)
- بیلے ویساں ماہی والے، ترتر ندیاں تار (مزید کلام۔ کافی:25)
- تانگھا لنگھ پیر سیر تے دھریم سارا اپنا، عجب جیہا اسرار (ہیر رانجھو۔ کافی:39)
- تانگھا لنگھ کر پار پیوسے، تن من لہریں وچ ڈتوسے۔
  جو ٹھے چھوڑ جنجال، وے (تصوف۔ کافی:96)
- آپ آواگھ وچ غوطہ ماریم، چھے ولن داخیال وساریم۔
  چک پئی قیل مقال وے (تصوف۔ کافی:96)
- ونج بڈ مریں، ملاں منجھ پووین، کنوں راہ سچی وو گسیند ایئیں (ہیر رانجھو۔ سی حرفی:3)
- اساں تے رانجھا ہک تھیوسے، ذات کھیڑیاں دی بوڑ آیا (ہیر رانجھو۔ کافی:32)
- خاکی جسم اہیں وچ بوڑیں، ہر گز عذر نہ آنیں (تصوف۔ ڈوہڑا:66)
- سچل ہشناک اتھاں رہ جتھاں، سولکھ غوطے کھاندڑیاں (حسن وعشق۔ کافی:87)

- آءِ دریا حیرت دے اندر، ٹب ٹب غوطے کھاندے (تصوف۔ڈوہڑا:13)
- قلزم کارونہار دے اندر، عاشق غوطہ ماریا (تصوف۔ڈوہڑا:18)
- غ۔ غرق تھیویں بحر اہیں وچ، ناں ء تھیوے ئی ناپیدا (تصوف۔ سی حرفی:4)
- کشتی ڈُٹھم وچ بحر دے، تنہیں وچ میر ملاحاں
چھتیاں مارن مچھیاں کوں، نہیں کوئی غرض انہاں (حسن وعشق۔ڈوہڑا:41)
- کشتی کڈھ ملاحاں تکھی، ندی کنارے لائی
لگس ہوا کا سیالاں دی، تنھس ڈاڈھی موج مچائی (ہیر رانجھو۔ڈوہڑا:23)

دریا کے باہر کا ماحول اور منظر:

سچل کے تجربے میں دریا کے اندر کی کیفیات اور مناظر کے ساتھ ساتھ اس کے کناروں پر اور کناروں کے ساتھ ساتھ دریائی جنگلوں، بیلوں، جزیروں اور ان پر بسنے والے لوگوں کی گزر اوقات بھی تھی۔ سابق ریاست خیرپور اور اس کے ملحقہ علاقوں میں بیلے اور شکار گاہوں کے علاوہ شہر کے آس پاس کے علاقے میں شیشم یا ٹالہی کے درخت بہت پائے جاتے تھے(13)۔ سچل دریائے سندھ کے جنگلوں، بیلوں، جزیروں، ٹالھیوں، سبز کناروں، سر کے پودے سے نکلنے والے کانوں اور ان سے بننے والی قلموں کے ساتھ یہاں چرنے والی گائے، بھینسوں، کٹیوں اور ان کے دودھ بلونے والی جٹیوں کی مٹ، مدھانی، اور مٹیوں کا ذکر کرنا بھی نہیں بھولتا بلکہ ان جٹیوں کی قاتل آنکھوں کو دریائی جنگل میں بپھرے ہوئے شیر سے تشبیہہ دے کر قدیم سندھ کے جنگلوں میں پائے جانے والے شیروں کا ذکر بھی کر جاتا ہے۔ یہ سچل کے دور میں دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ بسنے والے سندھی معاشرے کی زندہ تصویریں ہیں جن میں دریا کے اس پار اور اس پار کی اصطلاحوں میں دونوں کناروں کے بسنے والے ایک دوسرے کو دیکھنے اور چاہنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔

- ذ۔ ذکر سارا رانجھو یار دا ہے، وچ راج سیالیں دے مردے بہوں (ہیر رانجھو۔ سی حرفی: 2)
- کھڑے ندی دے کنارڑے خان پھرن، تھیون سویں ہزاریں بردے بہوں (ہیر رانجھو۔ سی حرفی:2)
- س۔ سانگاں مرینداں نینھڑے والیاں، قابو کھڑ ندی دے کنارڑے جی (ہیر رانجھو۔ سی حرفی:2)
- سچو سبز تلے وو ٹالھیاں دے، چناہ دے وو کنارڑے گاوندیاں نی (ہیر رانجھو۔کافی:144)
- رل مل سئیاں رانجھو کھیڈے، ندی دے کنارے ٹھڈھیاں ٹالھیں، وے (ہیر رانجھو۔ سی حرفی:1)
کھڑیاں رنگ بھریاں وو چناہ دی کندھی، اتوں ویکھ سبز اوت ٹالھیاں دا

- م۔ مل کھڑیاں چناہ دیاں کندھیاں، سہنیاں پارتے ڈیکھ اوراولی (ہیر رانجھو۔ سی حرفی:1)
- تنہاں وچ رانجھو کھڑ کٹیاں چارے، کر جوڑ جوگیاں جنسار ولی (ہیر رانجھو کافی:150)
میں موئی دی ہن دل شاد ہوئی، گھلیاواء ٹھڈا اہیں پار ڈہوں
کیویں کراں، میں کیویں آکھاں۔ جو پرلی بھرپیوسے
اورلی بھر وسر گیوسے، تڈاں اے حرف اکھیوسے
- سچل پاندھ نہ ونج ڈھوسے، جو ہاسے سوئی تھیوسے (تصوف۔ڈوہڑا:14)
- ش۔ شیر ورادھے وو وچ بیلے، وہ واہ سیالیں دیاں اکھیاں نی (ہیر رانجھو۔ سی حرفی:2)
جنھس بیلے وچ پیا، بیا کل جناور بھج گیا
اگوں شیر پچھوں پھکاری، سارا جھنگ سنارھیا
سنن نال گروڑ تہیں دی، بیا سبھوبے وطن تھیا
ہکو شیر اتھاہیں ٹکسی، رہسی اتھاں کو نہ بیا
اتھاں اور دی باس نہ رہندی، جتھاں شیر مکان کیا
- سچو دا کوئی وس نہ ہویا، نینہہ نسنگ نروار نیا (تصوف۔کافی:143)
- رانجھو سیر ندی دے کنارے، کھڑا سو منجھیاں چارے (ہیر رانجھو۔ڈوہڑا:45)
- پار چناہ دے رانجھن وسدا، منجھیاں چڑ دیاں لس وے یار (ہیر رانجھو۔کافی:18)
- نال منجھیں دے توں چھڑ گیوں جانی، تیڈے کارن میں تاں تھیم مستانی (ہیر رانجھو۔کافی:20)
آیا ہے نماز دا ویلا، منجھیاں ملیا ہے جو بیلا
میں تے ماہی دا ہن میلا، لوکاں لیکھے ہن ٹریانی
گھو گھن مٹ مندھانی مٹیاں، طعنے ڈیون سبھے جٹیاں
- گھول رانجھن توں سبھے گھٹیاں، جس ویلے کٹیاں چھڑیانی (ہیر رانجھو۔کافی:130)
- نال رانجھن دے کیوں نہ چراواں، منجھیاں، کٹیاں، گائیں (ہیر رانجھو۔کافی:151)

سچل کی یہ شاعری اور اس کی لغت سندھ کے جغرافیے، ماحول اور موسموں کے تجربے سے جنم لیتی ہے اور سندھی زبان کے ساتھ ساتھ سرائیکی زبان بھی سندھی معاشرے، ثقافت اور اس کے ماحول کو اپنے ذخیرۂ الفاظ میں بیان کرنے کی طاقت کا بھرپور اظہار سچل جیسے حساس، بے باک، باکمال اور نابغہ شاعر کے ذریعے کرتی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا مثالوں سے اس بات کا اظہار ہو رہا ہے کہ دریا اور اس کا ماحول سچل کے

نزدیک صرف مناظر کے بیان تک محدود نہیں بلکہ دریا، وقت کو ازل سے ابد تک ایک کرکے، دونوں کناروں کو ایک ساتھ محسوس کرنے اور پھر ان کناروں سے بھی آزاد ہو کر لامحدود ہونے کے تجربے کا اظہار ہے۔ دریائی علامتوں سے بھرپور زندگی سچل کے لئے نروان اور عرفان کے ایسے دریچے وا کرتی ہے جسے لذتِ آشنائی کہتے ہیں۔ سچل نے اپنے اندر کے بے انت اور بے کنار جہاں کو دریا کے ذریعے خوب بیان کیا ہے:

آپے موج، آپے لہر، آپے حباب تے آپے دریا (تصوف۔کافی:105)

یہ سب تماشا تو اندر کا تماشا ہے کوئی موج، کوئی لہر، کوئی دریا نہیں۔ سچل تو بے کنار ہے جس کے لئے کنارے نہیں بلکہ خود دریا ہی وصال ہے۔ ہجر اور وصال کے دونوں کنارے بہہ گئے ہیں اور اصل سے ملاقات ہوگئی ہے۔ یہاں دریا زندگی ہے اور زندگی ہی دریا ہے بلکہ جسم و جاں کے تجربے کے اُس پار بھی دریا ساتھ رہتا ہے۔ سچل اپنے اس صوفیانہ تجربے کا کھلم کھلا اور بے باکانہ اظہار کرتا ہے جو اس نے اپنے جغرافیے، ماحول اور لوگوں کے درمیان رہ کر حاصل کیا ہے۔ وہ سندھو دریا کی موجوں کے دوش پر ابدیت کے سمندر کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کا اعلان کرتا ہے:

کراں اسرار میں ظاہر، ہے وچ حیرت دے حیرانی
نہ کائی جوڑ جسمانی، رہی کتھ شکل انسانی؟
عجائب بحر وچ پیوسے، جسم تے جان تھوں گیوسے
لہر خود آپ ہن تھیوسے، تھئی سبھ موج نورانی
(مزید کلام۔کافی:44)

دریائی علامتوں میں سے سچل کی آخری بات، عاشق کے تجربے کی بات اور ناممکن کو ممکن کر دکھانے کی بات ہے:

سن، عاشق دی مشکل ہوندی، موج کَونُرے وچ ماون
شہ دریاواں موجاں زوری، سِر سچل سئے سانون
(تصوف۔کافی:65)

حوالاجات

1. بوہیو، الھداد، 'سندھی بولی جو سماجی کارج'، انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی، سندھ یونیورسٹی، اشاعت وال، 1978ع، ص:240۔
2. الانا غلام علی، ڈاکٹر، 'سرائیکی زبان تے اوندی اصل نسل'، 'سویل' شمارہ I، شعبہ سرائیکی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، 1995ع، ص:28,33,34۔
3. بلوچ، نبی بخش خان، ڈاکٹر، 'قاضی قادن جو رسالو'، انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی، سندھ یونیورسٹی جام شورو، اشاعت اول، 1990ع، ص ص41,42,56-58,60,63-66۔ مزید دیکھیں ہیرو ٹھکر، قاضی قادن جو کلام، پوجا پبلی کیشنز، دہلی، اشاعت اول، 1978ع، ص:82۔
4. عباسی، خادم، سچل جوان چھپیل مواد، مضمون مشمولہ سرمست-13، سچل سرمست یادگار کامیٹی خیرپور، 1993ع۔
5. فیئرلے، جین (سندھی ترجمہ: عطامحمد بھنبھرو)، 'سندھو: شینھں دریا'، سندھیکا اکیڈمی کراچی، اشاعت اول، 1999ع، ص: 5۔
6. ایضاً، ص:12۔
7. راگوزن، زیڈ۔اے (اردو ترجمہ: انصاری، مولوی حمید احمد)، ویدک ہند، جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن، 1923ع، ص: 204-3۔
8. ناصر، نصراللہ خان، سرائیکی شاعری دا ارتقاء سرائیکی ادبی بورڈ ملتان، 2007ع، ص:332-33۔
9. خان، محمد آصف (مرتب)، 'آکھیا بابا فریدنے'، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ لاہور، شلوک نمبر: 96,98,99,117,123,124, 84,85,86,89۔
10. خان، محمد آصف (مرتب)، کافیاں شاہ حسین، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، دوجی واری، 1989۔
11. بیگ، مرزا علی قلی (مرتب)، 'رسالو میاں سچل فقیر جو' (جلد اول)، ہری سنگھ بوک سیلر، سکھر، 1902ع، ص:15۔
12. قلیچ، بیگ، مرزا، ریاست خیرپور، روشنی پبلی کیشن کنڈیارو، 2007ع، ص:11-12۔
13. ائٹکین، اے۔ایچ (سندھی ترجمہ: حسین بادشاہ)، سندھ گزیٹئیر، روشنی پبلی کیشن کنڈیارو، 2006، ص:611۔

(نوٹ: سچل کے سرائیکی کلام کے لئے درج ذیل مجموعے استعمال کئے گئے ہیں۔ اشعار کے نمبر پہلے مجموعے سے لئے گئے ہیں سوائے 'مزید کلام' کے جس کے لئے مجموعہ نمبر دو استعمال کیا گیا ہے:

i. رانی پوری، مولانا محمد صادق، 'سچل جو رسالو' (سرائیکی کلام)، روشنی پبلی کیشن کنڈیارو، اشاعت اول (ترمیم شدہ) 1997ع۔
ii. رانی پوری، مولانا حکیم محمد صادق، 'سچل سرمست جو سرائیکی کلام'، سندھی ادبی بورڈ جام شورو، اشاعت دوئم، 1982ع).